



تعلیم میں درپیش تہذیبی چیلنج

پروفیسر ملک محمد حسین °

پاکستان میں اس وقت جو نظریاتی، فکری اور تہذیبی چیلنجز درپیش ہیں ان کا مأخذ اور منبع ہمارا نظام تعلیم ہے۔ نظام تعلیم میں گھری جڑیں رکھنے والے ان چیلنجوں کی وجہ سے پاکستانی معاشرہ بہت تیزی کے ساتھ تغیر کا شکار ہو رہا ہے۔ قدمتی سے اس تغیر و تبدیلی کی سمت اور رجحان مغربی افکار، مغربی فلسفہ حیات، مغربی رہنمائی اور مغربی طرز زندگی کی طرف ہے۔ ہمارے نظام تعلیم کو درپیش چیلنجوں میں سے کچھ داخلی ہیں اور کچھ خارجی۔ خارجی چیلنجوں میں مغربی استعماری ایجنسٹے کی تکمیل کے لیے کام کرنے والی قوتیں اور ایجنسیاں، گلوبلائزشن اور نیولبرزم کے بین الاقوامی ہتھکنڈے، جمہوری لمبادے میں چھپی سیکولرزم کی زہرناکی اور ان سب کی سر پرست اعلیٰ عالمی صہیونیت شامل ہیں۔ داخلی چیلنجوں میں اپنے آپ کو مغربی اور لبرل قوتوں کے لیے 'قابل قبول' بنانے کی خواہش، اپنے فکر و عمل کی قوتوں پر بے اعتمادی اور ان کی اثر پذیری کو قبول کرنا ہے۔ جاہ پسندی اور مال و دولت کے حصول کی اندھی خواہش اور سب سے بڑھ کر دینی و ایمانی کا اظہار کرنے والوں میں گھسے ہوئے ایسے پُرشش چہرے ہیں، جو اکثر وہیں ترا باثر بھی ہیں اور باصلاحیت بھی۔

خارجی چیلنج

خارجی چیلنجوں میں سب سے پہلے ہم مغربی استعماری ایجنسٹے کی تکمیل کے لیے کام کرنے والی قوتوں اور ایجنسیوں کو لیتے ہیں۔ ان قوتوں اور ایجنسیوں کی باگ ڈور یک قطبی عالمی طاقت امریکا نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھی ہے۔ امریکا نے بزعم خود کافی حد تک دنیا کو عسکری طور پر

° منتظم الفوز انٹرنیشنل کالج، جوہر آباد

ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، جوہری ۲۰۱۸ء



قابو میں لے لیا ہے۔ اگرچہ افغانستان اور عراق کا تجربہ اس کے لیے سخت پریشانی اور ہزیرت کا باعث ہے، تاہم عسکری قوت کے لحاظ سے فی الوقت امریکا اپنے غلبے کو دوام اور استحکام بخشنے کے لیے ذہنوں کو تحسیر کرنا چاہتا ہے۔ علمی میڈیا ذہنوں کی تحسیر کا سب سے بڑا تھیار ہے اور یہ تھیار بھی تقریباً امریکا کے ہاتھوں میں ہے۔ ادھراً دھر سے اٹھنے والی اختلافی اور حریت فکر کا رنگ لیے دبی دبی آوازیں میڈیا کے امریکی ہتھیار کو اعتبار (credibility) دیتی ہیں اور اسے بالکل بے نقاپ ہونے سے بچاتی ہیں۔

اگرچہ میڈیا کا اثر بہت وسیع اور گہرا ہے، تاہم یہ قلیل المیعاد بتکنڈا ہے۔ طویل المیعاد اثرات صرف اور صرف کلاس روم کو کنٹرول میں لینے سے حاصل ہوتے ہیں۔ امریکا نے پہلے ۲۰،۵۰ برسوں میں کئی تجربات کیے ہیں اور اب آخر اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ پری سکول (Pre-school) ہی سے اس کام کو ہاتھ میں لے لینا چاہیے، تاکہ نبچے ابتدائی تکمیلی دور، ہی سے قابو میں آجائیں اور ان کی شخصیت و ذہن کی طبعی اٹھان مطلوبہ سانچے کے مطابق ہو۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے امریکی کار پردازوں نے بڑا مبروط اور تسلسل کا حامل ایک ڈھانچا تکمیل دیا ہے، جو وائٹنگن سے اسلام آباد اور اسلام آباد سے صوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان، صوبہ پنجاب اور صوبہ خیبر پختونخوا کے پرانہ مدارس تک پھیلا ہوا ہے۔

امریکا کے تکمیل کردہ اس ڈھانچے میں عمل تعلیم کے سارے عناصر، یعنی معلم، متعلم، نصاب، کتاب، امتحان، حتیٰ کہ والدین تک کوزیر اڑلانے کی تدبیر اختیار کی گئی ہیں۔ یو ایس ایڈ کی چھتری تملے اور ایمیجکیشن سیکٹر ریفارمز اسٹنڈس پروگرام (ESRAP) کی تنظیم کے تحت اور چلدرن ریسورسز ائرنیشنس جیسے پری سکول ایمیجکیشن کے لیے کام کرنے والے اداروں کے توسط اور عملی شرکت سے ایک نفوذی حکمت عملی اختیار کی گئی ہے۔

اساتذہ کی تربیت کا ایک وسیع پروگرام ہے جس میں بڑی کلاسوں کے اساتذہ کی تربیت کے تربیت کار امریکا میں، جب کہ اسکولوں کے اساتذہ کے لیے اپنے اپنے علاقے میں دوران ملازمت تربیت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ دیگر مغربی ایجنسیاں جن میں یورپین کمیشن، کینیڈن ایجنسی برائے انٹرپیشنس ڈولپیمنٹ، برطانیہ کا بین الاقوامی ترقی کا امدادی ادارہ (DFID)، جمنی کا بین الاقوامی

معاونت کا ادارہ (GIZ) اور دیگر یورپی ملکوں کے امدادی ادارے، بین الاقوامی این جی اوز اور اقوام متحده کے ادارے شامل ہیں۔ یہ سب ایک مربوط حکمت عملی اور پاکستان میں اپنے قائم کرده انتظامی و نگرانی کے اداروں کے ذریعے سے تعلیم کی اصلاح اور تغیریں کے پروگراموں پر عمل پیرا ہیں۔ بین الاقوامی امدادی اور ترقیاتی اداروں کا جہاں ایک مشتبہ کردار ہے، وہاں ان کا ایک اپنا باطنی ایجنسڈا بھی ہوتا ہے۔ اور کچھ بھی نہ ہو تو شفافی اور نظریاتی تبدیلی تو بہر حال ان کے پیش نظر ہوتی ہے۔

گلوبلائزیشن اور نیولبرلزم کے تحت زیر تشكیل نئے عالمی نظام کی طرف سے آنے والے علیحدہ چیلنج ہیں، جو معاشرے کے پورے ڈھانچے کو متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم کے شعبے کو بھی بڑی طرح مسخ کر رہے ہیں۔ پرائیٹائزیشن (privatization)، مارکیٹ اکانوی، تعلیم بطور جس بازار، تعلیم کے سلسلے میں بین الاقوامی سرحدوں کا انهدام اور منڈی کی ضروریات کے تحت تعلیمی پروگراموں کی تشكیل، وہ اثرات ہیں جس سے تعلیم سب کے لیے کا تصور و حدود لا رہا ہے۔ طبقاتی تفریق بڑھ رہی ہے۔ تعلیم میں اخلاقی اقدار زوال پذیر ہیں۔ یونیورسٹی میں سماجی علوم کی تعلیم ختم ہو رہی ہے۔ اساتذہ اور ماہرین تعلیم کا کردار تعلیمی پالیسیوں کی تشكیل کے حوالے سے بہت پیچھے چلا گیا ہے اور سرمایہ دار تعلیمی پالیسیوں کی تشكیل پر حاوی ہو گیا ہے۔

داخلی چیلنج

تعلیم کے لیے اندروئنی چیلنج بھی کچھ کم روح فرسانہ ہیں۔ حکومت اپنے آمرانہ ڈنڈے کے زور پر تعلیم میں لادینیت کے فروع کے لیے تن وہی سے کام کر رہی ہے۔ فیصلہ سازی کے اہم مناصب پر ایسے لوگ متعین کر دیے گئے ہیں جو سیکولزم اور لبرلزم کو اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں اور پوری ڈھنائی کے ساتھ یہ وہی آقاوں کے ایجنسڈے کے لیے کوشش ہیں۔ دوسری طرف مکمل تعلیم کے اہل کاران، افسران اور اساتذہ کرام ہیں جو دین وطن کے لیے درود رکھتے بھی ہوں تو یا تو نظام کے ہاتھوں مجبور ہیں یا اپنے مفادات کی وجہ سے بے بس ہیں۔ اساتذہ کی تنظیمیں جو اپنے آپ کو نظریاتی کہتی ہیں وہ بھی اور جو اپنی بیچان پیشہ ورانہ بتاتی ہیں وہ بھی، وسیع ترقومی تقاضوں کو ایک طرف کھکھل ملازمانہ معاملات و مفادات تک محدود ہیں۔ بدقتی سے یہ سب کھلے دل و دماغ کے ساتھ تعلیمی مسائل پر غور و فکر کے لیے تیار نہیں ہیں۔



سیاسی جماعتیں حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں اُن کے لیے تعلیم کا مسئلہ یکساں طور پر ناقابل غور ہے۔ وہ کسی مسئلے پر بیان بازی کریں بھی تو محض حکومت کو زج کرنے کے لیے کرتی ہیں۔ خود ان کی فکر اور طرز عمل کسی طرح بھی حکومت وقت سے مختلف نہیں ہے۔ مذہبی جماعتیں بھی تعلیم کے مسئلے پر بڑی طرح فکری انتشار کا شکار ہیں۔ اُن کے پاس نعروں اور مذمتوں کے علاوہ کوئی مثبت پروگرام نہیں ہے۔ تعلیم کی پرائیویٹائزیشن، کمرشلاائزیشن اور طبقاتی تقسیم کے حوالے سے دینی جماعتوں کا کردار بھی تقریباً وہی ہے جو عموماً سیکولر سوچ کے گروہوں کا ہے۔ پرائیویٹ سیکٹر بہت تیزی کے ساتھ پرچھیلا رہا ہے۔ سرمایہ کے زور پر تعلیمی اداروں کا بے مقصد اور مغرب زدہ ڈگری کلچر فروع پذیر ہو رہا ہے۔ غیر سرکاری تنظیمیں غیر ملکی اور حکومتی سرمایہ سے مستحکم ہو کر ایک مافیا کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ جائز اور معقول تعلیمی خدمات انجام دینے والی مخیر تنظیموں کا کام مشکل تر کر دیا گیا ہے۔ کئی تنظیمیں تو ایسی ہیں جو دینی اور سیکولر دونوں طبقوں سے پیسہ بٹور رہی ہیں کیونکہ میڈیا کا استعمال انھیں ہواں میں اڑائے پھرتا ہے۔ ایسی تنظیمیں برسر زمین مختص علامتی تعلیمی کردار ادا کر رہی ہیں۔

بیرونی قوتوں کا سب سے بڑا ہتھیار تحقیق ہے۔ ہمارے شعبہ تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر دھڑا دھڑ تحقیقی روپوں میں آ رہی ہیں۔ کہیں نصاب بہف ہے تو کہیں دینی مدارس۔ کہیں نصابی کتب موضوع بحث ہیں تو کہیں ہمارا امتحانی نظام جو بلاشبہ فرسودہ اور بے کار ہے۔ سب سے بڑا چیلنج جو اس وقت درپیش ہے وہ یہ کہ مذکورہ بالا چیلنجوں کا سطحی سادراک بھی قوم کے ارباب بست و کشاد کو نہیں ہے۔ علماء ہوں یا عوام، اساتذہ ہوں یا والدین، ارباب حکومت ہوں یا حزب اختلاف، کسی کو بھی فرصت نہیں کہ ان چیلنجوں پر غور و فکر کے لیے چند لمحات صرف کریں اور ان کا شعور و ادراک کرتے ہوئے اس طوفان بلا خیز کے سامنے بند باندھنے کے لیے اپنا کردار کریں۔

مجوزہ اقدامات

تعلیم و تعلم اور علم و تحقیق کو درپیش چیلنج سے عہدہ برآ ہونے کے لیے بھی علم کا راستہ ہی اختیار کرنا پڑے گا۔ ہم ذیل میں چند ایسے اقدامات تجویز کرتے ہیں، جن پر اگر تسلسل سے عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ طویل المیعاد بنیادوں پر ان کے اثرات مرتب ہوں گے:

- ۱- عوام و خواص کا شعور بیدار کرنے کے لیے اخبارات و رسائل میں تسلسل کے ساتھ ایسے مضامین اور اخباری کالم لکھتے جائیں، جو اس مسئلے کی مسکنی کو اجاگر کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ ان کی نسلوں کی تغیر و ترقی کس طرح ممکن ہے۔
- ۲- انگریزی زبان کی معقول تعلیم و تدریس کی تائید کرتے ہوئے انگریزی کا جنون کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ پہلی جماعت سے بچوں کے لیے انگریزی کی لازمی تعلیم اور انگریزی ذریعہ تعلیم ان کے اذہان کی تغیر و ترقی کے لیے سم قاتل ہے۔ اس سلسلے میں دانش و روزوں، کالم نگاروں اور ماہرین تعلیم کے ذریعے ایک تحریک برپا کرنے کی ضرورت ہے۔
- ۳- ہر بڑے شہر میں تعلیم کے مسئلے پر علمی و فکری حلے (تمہنک ٹینک) تشكیل دیے جائیں، جو مسلسل غور و فکر کریں اور حکومت کے ساتھ ساتھ عوام کی بھی رہنمائی کریں۔
- ۴- یونیورسٹیوں اور اعلیٰ تعلیم کے کالجوں میں تعلیمی مسائل و معاملات پر تحقیق و مطالعہ کا اہتمام کریں اور ان مطالعات کو میدیا کے ذریعے خواص و عوام تک پہنچایا جائے۔
- ۵- پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین اور علماء کرام معاشرتی تدبیلی کے سب سے مؤثر ترجمان ہیں۔ اس ملیٰ اور قومی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے حکمت عملی اختیار کی جائے۔
- ۶- سرکاری تعلیمی اداروں کے استاد نے بڑی حد تک کام چھوڑ دیا ہے اور پرائیویٹ تعلیمی ادارے کے استاد نے پڑھانے سے زیادہ بچے پر ٹیکٹ کلچر کا بوجھ لا دیا ہے، جسے اٹھانے کے لیے وہ پرائیویٹ ٹیوشن پڑھنے پر مجبور ہے۔ کسی طرح اسے دوبارہ کلاس روم میں فعال بنایا جائے۔
- ۷- انسانی، عمرانی اور معاشرتی علوم کی تدریس تعلیمی مرافق کی زیریں سطح پر غیر منور اور اعلیٰ سطح پر مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ نیز لبرلزم، سیکولرزم اور سلطنتی کی آسودگی نے ان علوم کے بندیادی فرمیم ورک اور نظری ڈھانچے کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ افراد کی ایک مضبوط ٹیکٹ اور پچھا ادارے، تدریس اور تحقیق کے ذریعے مغربی فکر کے تحت متفلک ہونے والے انسانی، عمرانی اور معاشرتی علوم کا تنقیدی جائزہ لیں اور تشكیل نو کے لیے کام شروع کریں۔